(۴۰)

جمعۃ الوداع کی حقیقت

(فرمودہ ۲۸۔فروری ۱۹۳۰ء)

تشہد ' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج رمضان کا آخری جمعہ ہے اور بہت سے لوگ اس خیال میں مبتلاء ہیں کہ وہ اس جمعہ میں اپنی جان بوجھ کر چھوڑی ہوئی نمازوں کی معافی لے لیں گے۔ وہ اس خیال میں مبتلاء ہیں کہ اگر آج وہ دو رکعت نماز اللہ کے حضور گذار لیں تو گویا اس کے سب فضلوں اور احسانوں کا بدلہ اُتار دیں گے۔ ان کے خیال میں خدا کی خدائی ان کے چار سجدوں پر منحصر ہے۔ اگر وہ یہ سجدے نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ الوہیت سے محروم ہو جائے لیکن ان کے اس احسان کے ذریعہ وہ پھر الوہیت کے عرش پر جلوہ فرما ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ بطور احسان کے ہوتے ہیں چٹی نہیں ہوتے اور حیلے صرف ایسے ہی احکام کے متعلق تلاش کئے جاتے ہیں جو انسان کے لئے بطور سزا یا جُرمانہ ہوں۔ ان کے متعلق انسان خیال کرتا ہے کسی طرح اس وبالِ جان سے بچ جاؤں لیکن دنیا میں کوئی انسان اس بات کے لئے حیلے نہیں تلاش کیا کرتا کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو' اس کی بیماریاں اچھی نہ ہوں' وہ علم سے محروم رہے' اس کے رشتہ دار اور دوست احباب سُکھ اور آرام کی زندگی بسر نہ کریں اور وہ اور اس کی اولاد دنیا میں معزّز و موقّر نہ ہو۔ حیلے ہمیشہ اسی لئے لوگ تلاش کرتے ہیں کہ انہیں دکھ' تکالیف اور مصیبتیں پیش نہ آئیں' سُکھ اور آرام سے بچنے کے لئے حیلے نہیں تلاش کئے جاتے۔ پس خدا تعالیٰ کے احکام سے بچنے کے لئے اگر حیلے تلاش کئے جائیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم اس کے حکموں کو

قہر، مصیبت اور دکھ سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایات دکھ نہیں بلکہ سُکھ کا موجب ہوتی ہیں۔ اس کی عبادتیں، اس کے مقرر کردہ فرائض انسان کے نفع اور بھلائی کے لئے ہوتے ہیں بلکہ جن کی آنکھیں ہیں اور جو مادرزاد روحانی اندھے نہیں وہ اس کے عذابوں میں بھی سُکھ ہی دیکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک یعنی مولانا رومؒ نے اپنی مشہور مثنوی میں لکھا ہے۔

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبت بھی مؤمنوں اور مخلصوں پر آتی ہے اس کے پیچھے اس کی رحمت کے ہزاروں خزانے مخفی ہوتے ہیں۔ پس جن لوگوں کی آنکھیں ہوتی ہیں وہ عذاب میں بھی خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھتے ہیں۔ تکلیف دہ بیماریاں، جُدا کر دینے والی موت، پریشان کن مقدمات اور حواس باختہ کر دینے والے صدمات یہ ساری کی ساری چیزیں انہیں رحمت نظر آتی ہیں۔ خالص ایمان کے معنے دوستانہ تعلقات کے ہیں۔ اور جب دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی دوست اپنے دوست کا بُرا نہیں چاہتا تو خالص ایمان رکھتے ہوئے یہ کس طرح خیال ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارا بُرا چاہے۔ خالص ایمان کے نتیجہ میں رحمت اور برکت ہی نازل ہوا کرتی ہے۔ اگر مہربان اور شریف دوست جب کوئی ایسا معاملہ کرے جو بظاہر نقصان رساں ہو تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس میں بھی کوئی ایسی مصلحت ہوگی جس میں ہمارا فائدہ ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ حقیقتاً ہماری آزار رسانی کے درپے ہے۔ لیکن جب اس کے احکام کو عذاب سے تعبیر کیا جائے تو ظاہر ہے کہ دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے یا تو یہ کہ ہماری دوستی سچی نہیں اور وہ عالم الغیب اور علیم وخبیر خدا جانتا ہے کہ ہم اس سے ٹھگی کر رہے ہیں یا پھر یہ یقین کرنا پڑے گا کہ وہ رحیم وشفیق ہستی دراصل اپنے اندر یہ صفات نہیں رکھتی بلکہ وہ (نعوذ باللہ) ظالم، تُند خُو اور سخت گیر ہے کہ بلا وجہ اور بلا سبب یونہی گرفت کرتی ہے۔ لیکن اگر یہ دونوں باتیں صحیح نہیں اور واقعہ میں صحیح نہیں تو پھر اس کی طرف سے جو کچھ آتا ہے وہ شیرینی ہے صرف ہمارے منہ کا ذائقہ اسے تلخ بنا دیتا ہے۔

پس احکامِ الٰہی رحمت اور فضل ہوتے ہیں اس لئے ان کو وداع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی

بلکہ انہیں اپنے اندر قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ سرکاری حکّام اگر کسی جگہ جاتے ہیں تو لوگ چٹّی سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں ان کے جانوروں کے لئے گھاس، ان کے کھانے کیلئے چیزیں، ان کے ملازموں کے لئے رشوت مہیا کرنی پڑتی ہے اس لئے ان کے چلے جانے پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام ظالم حاکم کی طرح نہیں ہوتے بلکہ رحمت ہوتے ہیں اور ان کا جانا ہماری تباہی کی علامت ہوتا ہے۔ نماز کا وقت اس لئے نہیں آتا کہ اسے گھر سے نکال دیا جائے اسی طرح رمضان اس لئے نہیں آتا کہ ہم اسے یونہی گذار دیں بلکہ مؤمن کے لئے ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والی چیزیں ہیں جو مؤمن ایک بار بھی سچی نماز خلوص دل سے ادا کر لیتا ہے پھر اس کے دل سے نماز نکل نہیں سکتی۔ وہ نماز ختم کرتے ہوئے سلام کہتا ہے مگر خدا کا حکم سمجھ کر۔ اسی طرح غیر مؤمن سے تو رمضان جاتا ہے مگر مؤمن سے نہیں جا سکتا۔ ہمارے ملک میں ''روزہ رکھا'' کیا عمدہ محاورہ ہے۔ کیونکہ جو روزہ گذرتا ہے اسے ہم رخصت نہیں کرتے بلکہ رکھ لیتے ہیں اور وہ ہمیں ہمیشہ کیلئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مؤمن سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ اس کے لئے ڈھال اور سپر بن کر اسے تباہی سے بچا لیتے ہیں۔ پس ہر نیکی کے متعلق یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ جائے نہیں بلکہ ہمارے اندر قائم رہے کیونکہ جو چیز گذر جاتی ہے وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتی فائدہ اسی سے اُٹھایا جا سکتا ہے جو باقی رہے۔ قرآن کریم میں بھی وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ[1] کہہ کر بتایا گیا ہے کہ نیک کام قائم رہنے والی چیزیں ہیں۔ پس وہ رمضان جو ہماری صلاحیت میں گذرا ہے وہ باقی ہے۔ وہ دن بے شک گذر گئے لیکن جب تک وہ نیک کام جو اس کا نتیجہ ہیں ہمارے اندر قائم ہیں وہ نہیں جائے گا۔

مؤمن کو چاہیئے کہ ہر چیز کو باقیات صالحات بنائے دن گذر جائیں مگر رمضان نہ گذرے۔ رمضان عبادت کا نام ہے اور عبادت نہیں گذرا کرتی وہ دل میں رہتی ہے۔ جو لوگ دنوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں رمضان گذر گیا لیکن جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان عبادت ہے وہ جانتے ہیں کہ عبادت نہیں گذرا کرتی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جب بندہ کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کا ایک سفید نشان اس کے دل پر لگ جاتا ہے گویا وہ نیک کام سمٹ کر ایک نقطہ کی شکل میں اس کے دل میں آ جاتا ہے پھر اور نیک کام کرتا ہے تو اور سفید نشان لگ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل سفید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں کوئی بُرے کام کرتا ہے سیاہ نشانات لگتے جاتے ہیں حتیٰ کہ سیاہی

اس کے تمام دل کو ڈھانپ لیتی ہے[۲] تو نیک اور بد دونوں قسم کے اعمال سمٹ کر انسان کے دل میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ہاں دن گذر جاتے ہیں۔ جو چیز رمضان کے ذریعہ خدا تعالیٰ لایا وہ دن رات نہیں تھے دن رات تو رجب، شعبان، شوال وغیرہ دوسرے مہینوں میں بھی ہوتے ہیں اس لئے رمضان دن رات نہیں بلکہ عبادت لایا تھا اور عبادت ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسے لیتا ہے اور سمیٹ کر انسان کے دل میں رکھ دیتا ہے جہاں سے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے نکال نہیں سکتی۔ مؤمن کو خواہ کس قدر تکالیف پہنچائی جائیں اسے ایمان سے محروم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ چیز اس کے دل کے اندر ہوتی ہے۔

ایک واقعہ ہے کہ ایک صحابی گرفتار ہو گئے۔ کفار نے چاہا کہ انہیں قتل کر دیں وہ صحابی دیکھ رہے تھے کہ انہیں قتل کرنے کو لے جا رہے ہیں ایسی حالت میں کفار نے ان سے کہا کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اس وقت محمد تمہاری جگہ قتل ہونے کے لئے ہمارے قابو میں ہو اور تم اپنے گھر میں آرام کرو۔ یہ بات اس خیال سے کہی گئی تھی کہ وہ صحابی اپنے دل میں یہ محسوس کر کے کہ یہ ساری مصیبت اس پر محمد ﷺ کے ماننے کی وجہ سے آئی ہے دل میں پشیمان ہو کہ اگر ایمان نہ لاتا تو آج اس دکھ اور تکلیف میں مبتلاء نہ ہوتا اور یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ کفار نے یہ خیال پیدا کر کے ان کے ایمان کو متزلزل کرنا چاہا لیکن صحابی نے اس کے جواب میں کہا بے وقوفو! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں بیوی بچوں میں آرام سے بیٹھا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چُبھے۔[۳] یہ کیا چیز تھی جس نے ایسے وقت میں بھی ان کو ثابت قدم رکھا۔ وہ ایمان تھا جو ان کی عبادات اور قربانیوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رکھ دیا تھا اور اس کی وجہ سے کفر کی کوئی بات بھی ان کے دل میں داخل نہ ہو سکتی تھی۔ وہ ان کے ایمان کی محافظ تھی کیونکہ مؤمن کی عبادت کبھی ضائع نہیں جاتی۔

یہ جمعہ اس لئے نہیں آیا کہ ہم رمضان کو رخصت کر دیں بلکہ اس لئے ہے کہ اگر چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا کر رمضان کو ہمیشہ کے لئے اپنے دل میں قائم کر لیں۔ جمعہ کو رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے۔[۴] پس اس دن جب کہ دعائیں خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ آج کے دن مؤمن اس لئے خدا تعالیٰ کے حضور نہیں آتا کہ کہے تُو نے جو مصیبت ہم پر رمضان کی صورت میں نازل کی تھی شکر ہے وہ ٹل گئی بلکہ اس لئے

آتا ہے کہ اس دن کی مبارک گھڑیوں میں یہ دعا کرے کہ رمضان کے دن تو گذر گئے لیکن اے خدا! تُو رمضان کی حقیقت ہمارے دل کے اندر محفوظ کر دے تا وہ ہم سے کبھی جُدا نہ ہو۔ اس لحاظ سے اگر آج کے جمعہ کی تعریف کریں تو یقیناً ہم نے اس کا مبارک طور پر استعمال کیا۔ لیکن اگر رمضان ہم سے چلا جائے تو یقیناً ہم سے زیادہ منحوس اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں بیٹا باپ سے، ماں بیٹے سے اور بھائی بھائی سے جُدا ہونے پر کبھی خوش نہیں ہوتے۔ خوشی ہمیشہ دشمن کے جُدا ہونے پر ہی ہوا کرتی ہے اور برکت کی دشمن نحوست ہی ہوسکتی ہے اس لئے جو شخص رمضان کے جانے پر خوش ہوتا ہے وہ یقیناً منحوس ہے۔ پس آؤ آج خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کریں کہ وہ اس دن کو ہمیشہ کے لئے ہم سے وابستہ کر دے اور ہماری کوئی گھڑی رمضان سے جُدا نہ ہو۔ رمضان کیا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔[5] وہ مبارک ایام جن میں قرآن کا نزول ہوا رمضان کہلاتے ہیں اور وہ دَور جب قرآن کا نزول بند ہو جائے نہایت منحوس ہوگا ایسے وقت میں تاریکی اور ظلمت کے سوا کیا باقی رہ سکتا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ قرآن ایک ہی دفعہ نازل ہو گیا اب نازل نہیں ہوتا۔ قرآن ہمیشہ نازل ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اگر نازل نہ ہو تو دنیا تمام کی تمام تاریکی میں مبتلاء ہو جائے۔ اگر ہم اپنے اندر رمضان کی کیفیت پیدا کرلیں تو ہر وقت قرآن کا نزول ہوسکتا ہے جیسے گو اِس وقت محمد ﷺ جسمانی طور پر ہم سے جُدا ہیں لیکن روحانی طور پر آج بھی دنیا ان کے وجود کو کسی نہ کسی طرح محسوس کر رہی ہے۔ آپ اول المؤمنین ہیں اس لئے آپ سے وابستہ ہوئے بغیر کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا کیونکہ جب ہمارے اور کسی دوسری چیز کے درمیان کوئی اور وجود ہو تو جب تک اس وجود میں سے ہوکر ہم تک نہ آئے ہم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اوّل المؤمنین کے یہ معنے ہیں کہ ہر مؤمن ظلّی مومن ہے جیسے واحد ہستی اللہ تعالیٰ کی ہے اور دنیا کے اندر باقی جو ہستیاں ہیں وہ اس کے اظلال اور انعکاس ہیں۔ اسی طرح اول مؤمن رسول کریم ﷺ ہیں اور جو انسان محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو محسوس نہیں کرتا وہ ہرگز مؤمن نہیں ہوسکتا۔ غرض قرآن کریم کا نزول ہمیشہ ہوتا ہے اور ہر مؤمن پر ہوتا ہے اگرچہ نزول کے ذرائع مختلف ہیں۔ کسی پر کشوف اور کسی پر سچے خوابوں کے ذریعہ، پھر بعض پر وقفہ کے بعد ہوتا ہے اور بعض پر روزانہ۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سنا آپ فرماتے کہ بعض الہام تو ہم پر روز ہی ہوتے ہیں لیکن وہ چونکہ محض تسکینِ قلب کے لئے ہوتے ہیں اس لئے

ان کے بیان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے یہ الہام بڑی کثرت سے اور بار بار ہوتا ہے کہ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔[6] اس کے ساتھ ایک اور جملہ بھی فرمایا کرتے تھے جو اِس وقت مجھے یاد نہیں۔ مگر میری کسی تقریر میں چھپ چکا ہے۔[7] تو بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہی قرآن کا نزول ہوتا رہتا ہے یعنی قرآنی برکات کا ان پر نزول ہوتا رہتا ہے۔

ہماری طرف سے یہ کوشش ہونی چاہئے کہ رمضان کا مہینہ گذر جانے کے بعد بھی اس کی کیفیات ہمارے اندر قائم رہیں یہی ایمان ہے جو ہماری تسلی کا موجب ہوسکتا ہے۔ رمضان کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس مہینہ میں بندوں کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جس طرح کوئی بکری چرواہے سے دُور رہ کر محفوظ نہیں ہوسکتی اسی طرح جب تک بندہ کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے اِنِّیْ قَرِیْبٌ[8] کی آواز نہ آئے وہ بھی مامون نہیں ہوسکتا اور یہ آواز زیادہ تر رمضان کی حالت میں ہی آتی ہے اس لئے رمضان کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے نفوس میں ایسی تبدیلی پیدا کر دے کہ ہم رمضان کی برکات سے ہر وقت فیض یاب ہوسکیں۔ ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں کو دور کر کے ہمارے اندر خشیت اور تقویٰ پیدا کر کے ہمیں ایسی مضبوط چٹان پر قائم کر دے جس میں کبھی تزلزل نہ آسکے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ.

(الفضل ۱۴۔ مارچ ۱۹۳۰ء)

---

1. الکھف: ۴۷
2. مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۸۶ مطبوعہ بیروت
3. اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ (حالات زید بن دثنہ مطبوعہ بیروت)
4. الترغیب والترهیب کتاب الصوم باب الترغیب فی صوم الاربعاء والخمیس والجمعة...... مطبوعہ بیروت ۱۹۹۳ء
5. البقرہ: ۱۸۶
6. تذکرہ صفحہ ۴۲۱۔ ایڈیشن چہارم
7. ''اَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ'' تذکرہ صفحہ ۴۲۱۔ ایڈیشن چہارم
8. البقرة: ۱۸۷